اولاد کی تربیت کے لیے فکر مند والدین کے لیے

نوجوانوں کو درپیش مسائل اور ان کا حل

"فکر و نظر اور رویوں میں انحراف"

پروفیسر عتیق الرحمٰن

فاضل بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

ناشر: شعبہ تصنیف و تالیف، وحدانی نظام تعلیم فورم پاکستان

نام کتاب: نوجوانوں کو درپیش مسائل اور ان کا حل "فکر و نظر اور رویوں میں انحراف"

مصنف: پروفیسر عتیق الرحمن (فاضل بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی

عہدہ و مناصب: کالم نگار و مصنف۔ دیس کی بات

مرکزی ناظم وحدانی نظام تعلیم فورم پاکستان

مرکزی ناظم اطلاعات و نشریات، تحریک نفاذ اردو پاکستان

سابق سیکرٹری اطلاعات و نشریات ترنول پریس کلب اسلام آباد

سابق منتظم و ممتحن دعوت فاؤنڈیشن پاکستان

انعام: مقابلہ حسن قرأت میں پہلی پوزیشن، وفاقی اردو یونیورسٹی

صفحات: 55

قیمت: 100 روپے

ناشر: شعبہ تصنیف و تالیف، وحدانی نظام تعلیم فورم پاکستان

رابطہ نمبر: 0313-5265617/0332-5292433

ای میل: atiqurrehman001@gmail.com

سال اشاعت: 2019ء

مصنف کا تعارف

(حسب ذیل تعارف مرورِ زمانہ کے ساتھ کچھ ترمیم کے ساتھ درج کیا جارہا ہے۔ یہ تعارف 2013 میں روزنامہ کشمیر ٹائمز کو انٹرویو کے لیے ارسال کیا گیا تھا)

آپ کا ابتدائی تعارف؟

میرا نام عتیق الرحمٰن ہے، میں 1987ء میں ڈیرہ غازی خان میں پیدا ہوا۔ ہم آٹھ بہن بھائی ہیں اور میں سب سے بڑا ہوں۔ والد صاحب کا نام عبد الحلیم ہے۔ والد صاحب درمیانے درجے کے سرکاری ملازم ہیں۔

آپ کا تعلق کہاں سے ہے؟ آپ کے علاقے کی خصوصیت کیا ہے؟

میرا تعلق جنوبی پنجاب کے پسماندہ ضلع ڈیرہ غازی خان سے ہے۔ اس علاقے کی خصوصیت یا عجیب بات یہ ہے کہ یہاں کی اکثریت لوگ سرداروں کی کاسہ لیسی کو اپنا شعار مانتے ہیں، لغاری اور کھوسہ خاندان ان سرداروں کے سرِ فہرست خاندان ہیں۔ ان کے علاوہ وہاں کسی متوسط یا تعلیم یافتہ فرد کے لیے ممکن نہیں کہ وہ سیاسی یا مذہبی طور پر آزادانہ کام کر سکے۔ خدا نخواستہ کوئی فرد عوام کی حقیقی فلاح و بہبود کا عزم لے کر منظر عام پر آ بھی جائے تو اس کا طرح طرح کے حیلے بہانوں سے گھیرا تنگ کر دیا جاتا ہے جس کے سبب وہ فرد ہمت ہار بیٹھتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کی وجہ وہاں پر رائج سرداری و سرمایہ داری نظام ہے جو عوام پر شعور و آگہی کے تمام دروازے بند کیے ہوئے ہیں۔ اگرچہ موجودہ حالات میں تیزی کے ساتھ تبدیلی رونما ہو رہی ہے مگر ڈیرہ غازیخان اور اس کے ملحقہ اضلاع کماحقہ اس سے مستفید نہیں ہو پا رہے۔

آپ کا تعلیمی کیریئر کہاں سے شروع ہوا اور اب کہاں تک پہنچا ہے؟

گھر والوں کی دینی رغبت کے سبب میں نے ابتدائی تعلیم کا آغاز جامعہ فاروقیہ ڈیرہ غازی خان میں حفظ قرآن سے کیا۔2002 میں حفظ مکمل کیا۔2003 میں مڈل پاس کیااور اس کے بعد میں نے درس نظامی کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے جامعہ امدادیہ فیصل آباد میں درجہ اولیٰ میں داخلہ لیا لیکن وہاں کی آب وہوا کے ناموافق آنے کی وجہ سے طبیعت کی خرابی کے باعث میں اپنے علاقہ میں واپس آگیا اور میں نے درس نظامی کے درجہ ثانیہ (مساوی میٹرک) کی تعلیم ضلع ڈیرہ غازی خان میں واقع جامعہ مجیدیہ خیر آباد میں حاصل کی۔درجہ ثانیہ کی تکمیل کے بعد میں حصول تعلیم کے سلسلہ میں اسلام آباد آیا، یہاں راجن پور کے مفتی انعام اللہ محمود (جو کہ میرے والد صاحب کے دوست تھے) کے مدرسہ جامعہ اختریہ مارگلہ ٹاؤن میں داخلہ لے لیا اور یہیں سے میں نے درجہ ثالثہ ودرجہ رابعہ مساوی (ایف اے) کی تعلیم حاصل کی۔اسلام آباد آمد کے بعد میں نے بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کا بہت نام سنا جس کے سبب دل ہی دل میں یہ اشتیاق پیدا ہوا کہ میں بھی اس جامعہ میں اعلیٰ تعلیم حاصل کروں بالآخر جون ،جولائی 2008ء میں جب یونیورسٹی کے داخلے شروع ہوئے تو میں نے بی ایس اصول الدین (اسلامیات) میں داخلہ لے لیا، چونکہ اسلامی یونیورسٹی میں عربی و انگلش زبان دانی کی بہت اہمیت ہے (اور میں انگریزی میں کمزور تھا) اس لیے ابتدائی دو سال تقریبا زبان دانی کے شعبے میں صرف ہوئے، اس کے بعد 2010 میں اصول الدین کی ڈگری کلاسز کا آغاز باقاعدہ کیا۔اس وقت سے لے کر اب تک میں بین الاقوامی اسلامی

یونیورسٹی میں ہی بی ایس اصول الدین (اسلامیات) ہی کی تعلیم حاصل کر رہا ہوں۔ اب میرے ساتویں سمسٹر میں کا آغاز ہے، چونکہ آخری دو سمسٹر کسی ایک شعبے میں تخصص کے ہوتے ہیں اس لحاظ سے میں سیرت و تاریخ میں تخصص کر رہا ہوں۔ (بی ایس اصول الدین 2014 کو مکمل کر لیا)۔ بی ایس کی تعلیم مکمل کر لینے کے بعد میں نے اسلامی یونیورسٹی ہی میں ایم فل اسلامیات کے لیے داخلہ لیا۔ اسلامی یونیورسٹی میں ایم فل کی تعلیم امتیازی نمبروں کے ساتھ جاری تھی کہ جامعہ میں جاری فکری و نظری اور گروہی عصبیات کے خلاف کلمہ حق کہنے پر یونیورسٹی سے جبراً بے دخل کر دیا گیا۔ وفاقی محتسب اور چیف جسٹس آف پاکستان کو شکایتی خطوط ارسال کیے مگر انصاف طاقتور کے گھر کی لونڈی بنا رہا۔ اب میں وفاقی اردو یونیورسٹی میں ایم فل کا کورس ورک مکمل کر کے تحقیقی مقالہ تحریر کر رہا ہوں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ نے چاہا تو پی ایچ ڈی بھی کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔

اب تک آپ کو جو تعلیمی، سیاسی، غیر سیاسی اور سماجی لحاظ سے کامیابیاں ملی ہیں ان کی تفصیل بیان کریں؟

ویسے تو میرا ابتدائی تعلیمی کیریئر حوادث زمانہ کے سبب دھندلا ہے اور میں اپنے جائزے کے مطابق کسی بھی میدان میں کوئی نمایاں کامیابی حاصل نہ کر سکا۔ لیکن چونکہ میں کم عمری میں ہی تعلیم کے سلسلہ میں ملک بھر کے مختلف اضلاع میں گیا اس لیے چند ایک اہم امور ایسے پیش آئے جنہیں کامیابی سے بھی تعبیر کیا جاسکتا ہے ذکر کیے دیتا ہوں:

2006ء کے آخر میں حصول تعلیم کے لیے اسلام آباد آیا تو اس یہاں پر طلبہ تنظیم مسلم سٹوڈنٹس آرگنائزیشن میں شمولیت اختیار کرنے کے لیے کچھ احباب سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے مجھے اپنے مدرسہ کی تنظیم کا صدر نامزد کر دیا۔ 2007ء اور 2008ء کے سیشن میں مجھے ضلع اسلام آباد کی تنظیم میں ضلعی ناظم تربیتی امور مقرر کرلیا گیا۔ اسی دوران میں نے طلبہ کی تنظیمی راہنمائی اور اخلاقی کردار سازی کے لیے ایک کتابچہ "رہنمائے طلبہ" کے نام سے ترتیب دیا۔ میرے اس مرتبہ کردہ کتابچہ کو اس وقت کے مرکزی صدر نے سراہا اور مجھے داد تحسین دی۔ اس کے بعد میں مسلم سٹوڈنٹس آرگنائزیشن میں ضلعی ناظم اطلاعات اور مرکزی آفس کے انچارج کی ذمہ داری نبھاتا رہا نیز اسی تنظیم کے ترجمان ماہنامہ "نقیب طلبہ" میں معاون منتظم بھی رہا۔ بعض ناگزیر اختلافات کے سبب میں اس تنظیم کی بنیادی رکنیت سے جون 2010 میں مستعفی ہو گیا۔

اگست 2010ء میں بعض طلبہ دوستوں نے "تنظیم طلبۂ اسلام" کے نام سے ایک خود مختار طلبہ تنظیم کی بنیاد رکھی۔ میں شروع سے اس نظم کا حصہ بنا اور اب بھی یہ سفر جاری ہے۔ آج کل میں تنظیم طلبۂ اسلام کے مرکزی میڈیا ایڈوائزر کی ذمہ داری پر کام کر رہا ہوں۔ اب یہ تنظیم بھی عملاً ختم ہو چکی ہے۔

2010ء میں خالص فکری و نظریاتی مجلہ "قیام" میں سرکولیشن مینجر کی ذمہ داری بھی سرانجام دیتا رہا۔

ملک پاکستان میں بڑی سطح پر پائے جانے والے تعلیمی انحطاط اور اس میں موجود تفریقات سے دل خون کے آنسو روتا ہے۔اس سلسلہ میں پاکستان میں بہتر تعلیمی نظام و نصاب کو متعارف کروانے کے لیے جد وجہد کا عزم کیااور اس سلسلہ میں "وحدانی نظام تعلیم فورم پاکستان" بھی تشکیل دیاہے،فورم پر کام ابھی ابتدائی مراحل میں ہے۔

ریذیڈنٹ ایڈیٹر محترم جاوید صدیق صاحب کی وساطت سے روزنامہ نوائے وقت میں دوماہ ڈیسک پر کام کیا ہے،دعوۃ اکیڈمی جو کہ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کا ذیلی ادارہ ہے اس میں دوبار تربیتی ورکشاپس میں شرکت کی ہے، محمدی ٹاؤن چک شہزاد میں واقع محمدی مسجد میں نوائے وقت کے سینئیر سب ایڈیٹر محترو قار فانی صاحب، محترم ابراہیم مروت صاحب اور مولناعبدالقدوس محمدی صاحب کی زیر نگرانی و سرپرستی میں ہر سال شعبان میں "مدارس میڈیاورکشاپ"ترتیب دی جاتی ہے اس ورکشاپ میں بھی شرکت کی ہے،راول پنڈی و اسلام آباد کے منفردومکمل مقامی اخبار"روزنامہ میٹروواچ" کے آغاز سے ہی وقتاًفوقتاً خبروں ،رپورٹوں،فورمز،انٹر ویوز کااعزازی طورپر اہتمام کرتارہتاہوں۔روزنامہ میٹروواچ میں 2018- 2016 تین سال تک وقفوں کے ساتھ "نیوزایڈیٹر "کے طورپر بھی کام کیا۔

سماجی طورپر میں نے شعبہ صحافت میں کام کرنے کا عزم کیا تھا۔اس میدان میں اصلاح معاشرہ ، تعلیم،نوجوانوں کے مسائل اور اسلام و نظریہ پاکستان میرے خاص موضوعات رہے۔ انہی موضوعات کے دائرے میں جہاد بالقلم اب بھی جاری و ساری ہے اور ان شاءاللہ تاحیات یہ سفر جاری رہے گا۔

ویسے میں نے کالم لکھنے کا باضابطہ آغاز 2009-2010 سے کیا۔ میں چونکہ دوران حفظ اور بچپن ہی سے اخبار کا مطالعہ شوق سے کرتا تھا۔ میرے بچپن کا یادگار اور دلچسپ واقعہ ہے کہ میں روزانہ دوران حفظ دن 11 بجے مدرسے سے چھٹی کے بعد گھر کے قریب واقع لکڑیوں کے ٹالوں پر جاتا اور وہاں روزنامہ نوائے وقت، روزنامہ خبریں اور روزنامہ اسلام کا مطالعہ کرتا۔ ایک دن ٹال کے مالک حاجی شریف صاحب نے پوچھا کہ حافظ جی اخبار پڑھنی بھی آتی ہے یا صرف تصاویر دیکھنے بلاناغہ آتے ہو تو میں نے جواب میں کہا کہ میں اخبار پڑھ سکتا ہوں، اس پر انہوں نے بطور امتحان مجھ سے بعض خبریں پڑھوائیں جس کے بعد انہیں یقین ہو گیا کہ میں اخبار پڑھتا ہوں اور انہوں نے مجھے شاباش بھی دی۔

جیسا کہ مذکورہ بالا حصہ میں، میں نے بتایا کہ اسلام آباد آنے کے بعد میرا تعلق طلبہ تنظیموں سے رہا اور ان تنظیمات میں بحیثیت سیکریٹری اطلاعات کام کیا۔ اس ذمہ داری کے سبب میرے تعلقات شعبہ صحافت سے منسلک بہت سے احباب سے بن گے۔ اسی دوران میں نے قلم کے میدان میں قسمت آزمائی کا فیصلہ کیا۔ یہ مسلمہ امر ہے کہ ہر انسان اپنی بات کو دوسروں تک منتقل کے لیے جن ذرائع کا استعمال کرتا ہے ان میں سے پرنٹ میڈیا بھی ایک اہم ذریعہ ہے۔ یہ الگ امر ہے کہ آج کل پرنٹ میڈیا اور اس سے وابستہ بہت سے افراد میں مادیت پرستی کا رجحان پہلے کی نسبت پڑھ چکا ہے۔ چونکہ میری ذاتی دلچسپی دین اسلام، نظریہ پاکستان کے تحفظ کے لیے کام کرنے میں ہے اور میں یہ چاہتا ہوں کہ پاکستان میں بالخصوص اور پورے عالم میں بالعموم

آئیڈیل اسلامی معاشرہ تشکیل دیا جانا چاہیے۔اس سلسلہ میں ضروری تھا کہ میں اپنے دل کی خواہش و آرزو کو الفاظ کی رنگت میں رنگ کر ضبط تحریر کروں اور انہیں میں تمام لوگوں تک پہنچانے کے لیے پرنٹ میڈیا کا استعمال کروں۔ویسے تو میں نے کالم لکھنے کا آغاز رسالہ" نقیب طلبہ "اور مجلہ "دوماہی قیام"سے کیا،مگر اخبارات میں میرا پہلا مراسلہ روزنامہ نوائے وقت اسلام آباد میں شائع ہوا جبکہ پہلا کالم روزنامہ سرکار ،روزنامہ یونیورسل ریکارڈر ،روزنامہ اوصاف اور روزنامہ اعلان سحر لاہور میں شائع ہوا۔اور آج کل میرے کالم اسلام آباد راولپنڈی ، ملتان ،ڈیرہ اسماعیل خان ،سوات ،مانسہرہ ،لاہور ، گوجرانوالہ، گجرات، بہاولپور، ڈیرہ غازیخان، سوات، گلگت، کشمیر کے متعدد اخبارات اور مختلف آن لائن ویب سائٹس میں "دیس کی بات" کے نام سے شائع ہوتے رہتے ہیں ۔چند ایک تحریریں روزنامہ ،جناح،روزنامہ الشرق اور روزنامہ جسارت،روزنامہ ایکسپریس میں بھی شائع ہوئی ہیں۔ آج کل میرے مراسلے روزنامہ نئی بات،روزنامہ دنیا،روزنامہ جنگ،روزنامہ نوائے وقت،روزنامہ 92اسلام آباد،روزنامہ اخبار خیبر،ماہنامہ بانگ حراء لکھنو اینڈیا،ماہنامہ ندائے اعتدال علی گڑھ انڈیا، تکبیر ٹائمز فیصل آباد،روزنامہ قدرت، کوئٹہ ،روزنامہ پاکستان اور روزنامہ اوصاف میں شائع ہوتے ہیں رہتے ہیں6نومبر 2013 کو روزنامہ اوصاف نے میری تحریر بعنوان "امت مسلمہ کو درپیش چیلنجز اور ان کا حل' اپنے خصوصی ایڈیشن میں پورا صفحہ شائع ہوا۔روزنامہ سماء اور روزنامہ طاقت، روزنامہ جسارت اور روزنامہ پاکستان اور روزنامہ جناح میں کئی بار مضامین خصوصی اشاعت کے صفحہ پر شائع ہوئے۔میری ان سماجی تحریروں کے سبب

چندماہ قبل بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کے صدر جامعہ ڈاکٹر احمد یوسف الدریویش نے مجھے بہتر کالم نویس ہونے کے سبب یادگاراعزازی شیلڈ دی۔ (اگرچہ بعد میں انہی موصوف کے بغل گیروں نے مجھے اسلامی یونیورسٹی سے سازش کے تحت بے دخل کروایا)

اسلامی یونیورسٹی میں مسلمانوں کے رسم الخط کی ترویج کرنے پر اعزازی شیلڈ جاری کی گئی۔

دعوۃ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کے زیر انتظام صحافیوں کی تربیت کی ورکشاپ میں شرکت کی۔

وفاقی اردو یونیورسٹی میں ثقافتی سرگرمیوں کے دوران مقابلہ حسن قرأت اور مقابلہ نعت میں حصہ لیا اور، مقابلہ حسن قرأت میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔اعزازی سند اور شیلڈ تفویض کی گئ۔

کالمسٹ کونسل آف پاکستان کی جانب سے صحافتی خدمات پر اعزازی سند عنایت کی گئی۔

ترنول پریس کلب اسلام آباد رجسٹرڈ میں بحیثیت سیکرٹری اطلاعات اور سیکرٹری مالیات ذمہ داری نبھائی۔

ترنول پریس کلب کی جانب سے صحافتی خدمات کے اعتراف میں اعزازی شیلڈ سے نوازا گیا۔

یونیسکو اور تعلیم فاؤنڈیشن کی جانب سے دومرتبہ اعزازی سند حاصل کی۔

اقرأ پبلک سکول ہری پور میں تقسیم انعامات کی تقریب میں شرکت اور اعزازی شیلڈ حاصل کی۔

روز ٹی وی کے پروگرام "مہمان رمضان" رمضان کی براہ راست نشریات میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔

کے ٹو ٹی وی کے مختلف نشریات میں گفتگو کا موقع حاصل ہوا۔

تحریک نفاذ اردو پاکستان میں بحیثیت مرکزی ناظم اطلاعات و نشریات خدمات سرانجام دے رہا ہوں۔

آپ نے بطور پیشہ کن میادین میں عملی کام کیا ہے؟

اسلامی یونیورسٹی سے فراغت کے بعد مزید تعلیمی سلسلہ کو چلانے کے لیے دعوت فاؤنڈیشن پاکستان میں بطور منتظم دفتر کام شروع کیا اور پانچ سال تک مختصر وقفے کے ساتھ کام کیا اور دعوت فاؤنڈیشن میں ہی بطور ممتحن بھی کام کیا۔ دوران ملازمت چیئرمین دعوت فاؤنڈیشن پاکستان کی تین کتب کی کمپوزنگ کے فرائض بھی انجام دیئے۔"عکس قرآن"،"سخن اقبال"اور دروس قرآن پر مشتمل مجموعہ"خلاصہ تفاسیر"۔

ایران میں چودہ سال تک سفارت کاری کرنے والے ڈاکٹر نذیر احمد ذاکر کی سوانح حیات بعنوان "مردِ پاک کی متاع حیات" کی تصحیح کے فرائض ادا کیے۔

روزنامہ اعلان سحر اسلام آباد / لاہور /ڈیرہ غازیخان کے چیف ایڈیٹر عامر شہباز ہاشمی کی جانب سے مولانا عبید اللہ سندھی کے تذکروں پر مشتمل کتاب "شعلہ حریت" کی تصحیح کا فریضہ بھی ادا کیا۔

روزنامہ میٹرو واچ میں نمائندہ خصوصی ترنول کی حیثیت کے ساتھ بطور سب ایڈیٹر بھی خدمات سر انجام دیں۔

تدرس و تدریس محبوب مشغلہ ہونے کی وجہ سے ڈی ویسٹرن انٹر نیشنل کالج اسلام آباد اور سب لائم کیمبرج اکیڈمی میں اسلامیات ،اردو ،تاریخ اسلام اور عربی کے اسباق پڑھائے۔

انتساب

اس عاجزانہ کوشش کو والد محترم عبدالحلیم بازگیر گورچانی و والدہ محترمہ بیگم عبدالحلیم بازگیر گورچانی،اور محسنین و معاونین جن کے تعاون کی وجہ سے راقم علمی تشنگی بجھانے کے قابل ہوا ڈاکٹر نذیر احمد ذاکر مرحوم،انجینئر رفعت اللہ خان مرحوم، کرنل(ر) محمد یونس اعوان مرحوم کی طرف منسوب کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ والدین کی عمر میں برکت عطاء اور ان کو ہمہ جہتی آفات اور ہر طرح کی بیماریوں سے محفوظ فرمائیں اور مرحوم محسنین کی مغفرت و بخشش فرمائیں۔ آمین یارب العالمین۔

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ نے انسان کو تخلیق کرنے کا مقصد واضح الفاظ میں قرآن کریم میں بیان کر دیا ہے "وماخلقت الجن والانس الا لیعبدون" ترجمہ: ہم نے جن و انس کو پید انہیں کیا مگر اپنی عبادت کی خاطر۔ انسان ہی کے متعلق قرآن و حدیث میں مذکور ہے کہ یہ عزم و ارادہ کے اعتبار سے کمزور ہے اور ظاہری و مادی دنیا کو دیکھ کر اس کا ایمان ڈگمگانے لگتا ہے۔ جس سے بچاؤ کی خاطر اللہ تعالیٰ نے انبیاء کا سلسلہ جاری فرمایا۔ سرور دوجہاں، ہادی عالمؐ کے بعد کسی نبی و رسول نے نہیں آنا تو اس وجہ سے دعوت و تبلیغ کے فریضہ کو ادا کرنے کی ذمہ داری امت محمدیہؐ کو تفویض ہوئی۔ موجودہ حالات میں عالمگیریت و جدیدیت کا اس قدر چرچا ہو چکا ہے کہ نئی نسل بے راہ روی پر گامزن ہونے کو زندگی کا لازمی جزو سمجھتی ہے۔ عبادت و ریاضت اور دین کو ہی پس پشت نہیں ڈالا جارہا بلکہ ان والدین کو بھی جنہوں نے مصائب و آلام برداشت کر کے اس کو جوان کیا اور اپنا سکھ چین سب اولاد کی راحت و سکون کے لیے قربان کیا ان کو گھروں سے بے عزت و ذلیل کر کے اولڈ ہاؤس میں ڈالا جارہا ہے۔

ایسے کڑے وقت میں اہل علم کی ذمہ داری دوچند ہو جاتی ہے کہ امت دعوت ہونے کا حق ادا کرتے ہوئے نوجوانوں کی دینی و ملی تربیت کا اہتمام کریں اور ان کی افکار و مشاہدات اور ان کے رویوں میں پیدا ہونے والی بے اعتدالیوں کا مداوا کرنے کی خاطر

تقریر و تحریر کے ذریعہ سے مردہ ضمیر کو زندہ کرنے کی حکمت و دانشمندی کے ساتھ کوشش کریں۔اسی سلسلہ میں یہ مختصر کتابچہ تالیف کیا گیا ہے۔

دعا ہے رب کریم راقم کی مساعی کو اپنے بارگاہ حق میں شرف قبولیت بخشے۔اور نئی نسل میں موجود فکر و نظر اور رویوں کی تندی کے مذکورہ اسباب کے خاتمے کے لیے جو گذارشات رقم کی ہیں ان کو اللہ تعالیٰ بارآور ثابت کریں کہ نوجون اپنے مذہب وملت اور والدین کی عزت و عظمت کا دم بھر کر دنیاومافیہا کی بھلائیوں کو اپنے دامن میں سمیٹ لیں۔آمین

خیر اندیش

عتیق الرحمٰن

مقدمہ / تاریخی پس منظر

تاریخ شاہد ہے کہ قوموں کے عروج وزوال کے پس منظر میں سب سے اہم کردار نوجوان ادا کرتے رہے۔ دنیاوی حیات کی تمام متطور و متدین قوموں کو کامیابی انہی نوجوانوں کی شبانہ روز کی محنت و جدوجہد کے نتیجہ میں سے عمل میں آئی۔ یونانی و رومی، فارسی و مصری اور ہندی قوموں کی تاریخ زیرک کا مطالعہ صورت مسئلہ سمجھ سکتے ہیں۔ جس طرح نوجوان طبقہ سے وابستہ لوگ قوم وملت کا سر فخر سے بلند کرنے میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔ اسی طرح قوموں کے زوال و تنزل میں بھی انہی نوجوانوں کی بے راہ روی اور قومی وملی جذبات وذمہ داریوں سے پہلو تہی سبب بنتی ہے۔

تاریخ کے صفحات ہمیں ببانگ دہل ندا دے کر بتارہے ہیں کہ اگر دنیاوی زندگی میں کامرانی چاہیے تو اپنے نوجوانوں کی کردار سازی و تعمیر سیرت کا انتظام کرلو۔ ان نوجوانوں کے قلوب واذہان پر قوم وملت کی محبت و مودت کے جذبہ کو اجاگر کردو۔ ملت وانسانیت کے دکھ درد کو اپنادرد والم سمجھنے کا احساس بیدار کردیں۔ اس عمل کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے ضروری ہے کہ معاشرہ کے مقتدر اور بااثر حضرات نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کا خصوصی اہتمام کریں۔ اگر اس امر کا اہتمام نہ کیا گیا جو سماج

کے اہل حل و عقد کی ترجیحات میں موجودہ دور میں شامل نظر نہیں آتا تو لازم ہے کہ وہ ملک وملت تباہی وبربادی کی دلدل میں دھنس جائے۔

ہم دیکھ رہے ہیں کہ جو اصول و ضوابط شریعت اسلامیہ نے ہمارے لئے مقرر کئے تھے اور صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین اور تابعین واسلاف صالحین نے اپنی سیرت و کردار کو اس کے مطابق ڈھال رکھا تھا۔ ان بین ثوابت واحکامات سے کھلے عام روگردانی کی جارہی ہے اور بدقسمتی کی بات تو یہ ہے کہ ہمارے سماج کے بہت سے افراد تعلیمات اسلامیہ سے منحرف ہونے پر فخر و اعزاز محسوس کرتے نظر آتے ہیں۔ اس فکری و نظری اور عملی انحراف کے وجود میں آنے کے اسباب میں سے ایک بنیادی سبب مغربی ممالک کا موجود اثرورسوخ ہے جو انہیوں نے مسلمان ملکوں میں مجرمانہ قبضہ اور احتلال کے ایام میں چھوڑا تھا۔ مغرب نے بظاہر بہت سے مسلم ممالک کو آزادی بحیثیت زمین کے تودے دی مگر افسوس کہ مغرب نے مسلمانوں ہی میں ایسے عناصر کو پرورش دے دی تھی کہ جنہوں نے مغرب کے خروج کے بعد بھی ان کے مکروہ عزائم کی تکمیل میں اپنی زندگی کا کوئی دقیقہ فروگذاشت میں بسر نہیں کیا۔

انگریز اور مغرب نے مسلمان ملکوں میں موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مسلمانوں کے لئے ایک ایسا نظام و نصاب تعلیم وضع کیا کہ جو دیمک کی طرح مسلمانوں کی اسلامی واخلاقی اقدار کا جنازہ نکلنے کا سبب ٹھہرا۔ جس کے نتیجہ میں مسلم نوجوانوں کو دین اسلام سے دوری میں عملاً دوری و بعد پر تفاخر اور تفہیم شریعت میں ضعف اور انسانی حمیت و جذبہ اور ایثار و قربانی کا خاتمہ کی صورت میں ملا۔ طرفہ تماشہ یہ ہے کہ مغرب

نے جہاں اپنے منصوبہ تعلیم کو رائج کیا وہیں پر اپنی تہذیب و ثقافت کو مکمل اہتمام کے ساتھ منتقل کر دیا اور اس سلسلہ میں میڈیا(پرنٹ و الیکٹرانک اور سوشل) کے استعمال کے ساتھ ساتھ مادر پدر آزادی رائے کا نعرہ لگایا، خواتین کو ان کے حقوق کی فراہمی اور تحفظ کا احساس بیدار کرنے کے لئے خصوصی تنظیمیں تشکیل دی جس کا نتیجہ عورت اپنے گھر اور محرموں کی بجائے سماج میں زینت و نمائش کا ذریعہ بن بیٹھی۔ان عوامل کا بدیہی نتیجہ طلبہ اور نوجوانوں کی فکر و نظر اور رویوں میں تبدیلی بدرجہ انحراف پیدا کرنے کا سبب بنا۔

مغرب اور ملت اسلامیہ کے دشمن قوموں نے ملت اسلامیہ کے نوجوانوں کی فکری و نظری اور رویوں کے انحراف کو ترویج دینے کے لئے ہمہ جہت حربے اور طریقے استعمال میں لاتے رہتے ہیں۔ایسے میں لازم ہے کہ ملت اسلامیہ کے نوجوانوں کی نگہبانی کا مناسب انتظام کریں کہ نوجوانوں کو اسلام کی درست تعلیم سے روشناس کرایا جائے۔مسلمانوں کی تاریخ اور ان کے شاندار ماضی کا تعارف اس طور پر کرایا جائے کہ اب آپ لوگوں کی ذمہ داری ہے کہ اپنے آبا کی مثالی وراثت کی حفاظت اور اس میں مزید انجازات کا جذبہ بیدار ہو۔نوجوانوں کی درست نہج پر تعلیم کے ساتھ ہی ان کو سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اور سلف صالحین کے نقش زندگی سے روحانی واخلاقی تربیت سے بھی مسلح کیا جائے۔اس کے ساتھ نوجوان نسل کو مغرب کی خوبیوں اور خامیوں کا تعارف غیر جانبداری کے ساتھ کرایا جائے اور اسلامی تہذیب و ثقافت کے مقابلہ میں مغربی تہذٰب و تمدن کی حیثیت کو کھلے طور پر بغیر کسی مجاملت کے

باور کرایا جائے۔ علما اور مفکرین پر ضروری ہے کہ نوجوانوں کو یہ بتائیں کہ انسانی حیات کا دنیوی مرحلہ مختصر اور عارضی ہے جبکہ اصل اور طویل جو ہمیشہ رہنے والی حیات ہے وہ آخرت کی زندگی ہے لہذا اس کی تیاری احسن انداز سے کی جائے۔

مندرجہ بالا معروضات کے سبب میرا مقالہ حسب ذیل نکات پر منقسم ہو گا۔

اول: فکری انحراف اور مثالیں

دوئم: نظری انحراف اور مثالیں

سوئم: رویوں کا انحراف اور اس کی مثالیں

چہارم: سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور سیرت صحابہ کی روشنی میں اسلامی تہذیب و تمدن کا تعارف اور فکری و نظری اور رویوں میں واقع ہونے والے انحرافات سے محفوظ رہنے کا دائمی و مستقل حل۔

پنجم: مقالہ کا خلاصہ

نوٹ: واضح رہے کہ راقم اپنا مقالہ سید ابوالحسن ندوی رحمہ اللہ کی کتب 1۔ معرکہ ایمان و مادیت، 2۔ مذہب و تمدن، 3۔ پاجا سراغِ زندگی، 4۔ مغرب سے کچھ صاف صاف باتیں، 5۔ نئی دنیا امریکہ میں صاف صاف باتیں اور علامہ اسد رحمہ اللہ کی کتاب 6۔ اسلام دوراہے پر سے ان شا اللہ استفادہ کرے گا۔

عتیق الرحمٰن

03135265617

Atiqurrehman001@gmail .com

تمہید

الحمدللہ والصلوٰۃ والسلام علی نبی الکریم قال تعالیٰ" کنتم خیر امت اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر وتومنون بال۔۔۔"(آل عمران)

امابعد:

تاریخ شاہد ہے کہ اسلامی نظام نے سماج کی تعمیر و ترقی میں قابل قدر خدمات پیش کی ہیں۔ جس کا اعتراف دیانت دار مؤرخین کرنے پر مجبور ہیں۔ مگر زوال خلافت اسلامیہ کے بعد سے اب تک مسلسل امت مسلمہ خطہ زوال میں زندگی بسر کررہے ہیں۔اس کا سبب یہ ہے کہ ملت اسلامیہ کے مقتدر طبقے نے سماج کے نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری کو سرانجام دینے میں عمداکوتاہی برتی ہے جس کا ثمر و نقصان کا سامنا تمام مسلم اقوام اور ممالک کررہے ہیں اور اس کی عملی شکلیں فکری و نظری اور رویوں میں انحراف اور بے اعتدالی و بے راہ روی کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔زیر تحریر مقالہ میں ملت اسلامیہ کے نوجوان طبقے میں فروغ پاتے انحرافات کی اجمالاً تفصیل بمع اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اس کے حل کو نقش قرطاس کیا جائے گا۔

اللہ رب العزت سے التجا ہے کہ ملت اسلامیہ کے نوجوانوں کو رجوع الی الاسلام کی توفیق عطافرمائے۔معاشرے کے تمام ذمہ دار طبقےوالدین ،اساتذہ اور حکومت و انتظامیہ نبی کریمؐ کی اس حدیث (کلکم راعی و کلکم مسؤل عن رعیتہ) پر عمل کرتے ہوئے اپنا قائدانہ ورہبرانہ کردار ادا کریں۔

اول: فکری انحراف اور اس کی مثالیں

فکری انحراف یہ ہے کہ سماج کا نوجوان طبقہ سوچ و فکر کے اعتبار سے متزلزل ہو جائے کہ اس کے سامنے اپنی منزل کا تعین نہ ہو اور اس کے ساتھ ہی اس کا ایمان و عقیدہ کمزور ہو وجود باری تعالیٰ اور ثوابت اسلامیہ سے متعلق شکوک و شبہات کا شکار ہوں اور اس کے ساتھ وہ روز محشر پر ایمان و یقین رکھنے سے احتراز کرنے کے ساتھ اسلام کو صرف اعتقادی اور عبادتی مذہب و دین سمجھ کر اس کو عملی زندگی میں نافذ العمل کرنے کی مخالفت کرتے ہوں۔ اس کی عملی مثالیں ہمارے سماج میں جابجا موجود ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مسلم سماج کے بہت سے نوجوان ان بیماریوں میں لت پت ہیں اور وہ یہ جانتے ہیں کہ باقی ادیان و مذاہب کی طرح اسلام بھی معاشرہ کی علمی و فنی میدان میں مدد کرنے سے عاجز ہے جبھی تو دینی اور دنیاوی اصطلاح کے ذریعہ سے مسلمانوں میں دوریاں قائم کر دی گئی ہیں۔ عصری و ماڈرن تعلیمی اداروں کے فضلا و طلبہ کا جائزہ لینے پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ کس قدر دین متین کے بارے میں غلطی پر ہیں۔ ان کی اس بے راہ روی میں ان تعلیمی اداروں کا بنیادی کردار ہے جو طلبہ کو مادہ پرستی اور ذاتی منفعت کا شب و روز درس دیتی نظر آتی ہیں۔

الہامی دین سے دوری

علامہ اسد لکھتے ہیں کہ "الہامی دین کے خلاف بغیر ثبوت کے فراہم کئے مغربی تصور حیات میں سماجی رسم کے طور پر مذہب کی ضرورت اور بعض مرتبہ شدت گوارو

کرنے کے باوجود دینی اخلاقیات کو عملی دنیا سے خارج سمجھا جاتا ہے۔ یہ تہذیب خدا کے وجود سے انکار نہیں کرتی مگر اپنے عقلی نظام میں اس کے لئے کوئی جگہ بھی نہیں پاتی۔ زندگی کو مجموعی معانی دینے میں عقل کو جو مشکلات پیش آتی ہیں مغربی تہذیب نے ان سے فائدہ اٹھایا۔ اب مغرب کے شہری انہی نظریات کو اہمیت دیتا ہے جو تجرباتی سائنس کی دسترس میں ہیں اور جو سماجی تعلقات پر محسوس طریقے سے اثر انداز ہوں۔ چونکہ خدا کا تصور ان دونوں میں کسی سے بھی ظاہراً متعلق نہیں اس لئے خدا کو عملی معاملات سے باہر رکھنے پر ذہنی اتفاق ہے"[1]

مغرب کا منبع و مرکز

علامہ اسد رقم طراز ہیں کہ "اس امر میں شک نہیں کہ مغرب کے کچھ باشندے مذہبی سوچ سمجھنے اور اس کی فکر رکھنے کے حامل موجود ہیں مگر ان کی تعداد بہت کم ہے جبکہ عام مغربی انسان چاہیے وہ کسی جمہوری، فاشسٹ، سرمایاداری یا دانشوروں کے شعبہ ہے فکر سے تعلق رکھتا ہو اس کا مذہب نظریہ موجود ہے اور وہ صرف اور صرف مادہ یعنی مادی ترقی ہے۔ اور ان کے نزدیک زندگی کا مقصد صرف ایک ہی ہے کہ حیات کو آسان سے آسان تر بنایا جائے۔ سینما گھر، فلمی ستارے، رقص گاہیں، ہوا بازی سمیت ہر اس عمل کو انجام دیا جائے جس سے فطرت کے مسلمہ اصولوں سے آزادی میسر ہو سکے اور اس سارے عمل کا مقصد یہ ہے کہ ایک ایسا انسان وجود میں آئے جو صرف اور

---

1. اسلام دوراہے پر: 26-27

صرف عملی افادیت پر یقین رکھتا ہو۔ جس کے نزدیک نیکی اور بدی میں فرق کرنے کا آلہ صرف مادی کامیابی و ترقی ہو۔ "[2]

مذہب بیزاری

حضرت ندویؒ مغرب کے مذہبی تصور کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”یورپ مذہب بے زار ہو چکا ہے وہ یہاں تک کہتا ہے کہ مذہب ایک پرائیویٹ معاملہ ہے جو ہر قسم کے آزاد نظام تعلیم، آزاد تعلیم گاہوں اور مکمل و ہمہ گیر تہذیب و تمدن کا مخالف ہے اگر برصغیر کے لوگوں نے مغرب کے اس تصور کو ماننے کی کوشش کی تو اس کی آئندہ کی صورتحال آج کے مغرب سے مختلف نہ ہوگی جیسے علامہ اقبالؒ ایک شعر میں بیان کر گے ہیں:

ملا کو جو ہند میں ہے سجدے کی اجازت
نادان یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

اس لیے لازم ہے کہ مغرب کے اس باطل نظریہ کے سامنے بند باندھا جائے[3]

فکری یلغار اور اس کے اثرات

اس امر میں کسی قسم کا تردد نہیں کیا جاسکتا کہ آج کا مسلم نوجوان مغربی تہذیب و ثقافت کو لبیک کہنے کے بعد اس کو اپنی عملی زندگی میں اپنانے کی کوشش نہ کرے۔ سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں کہ مغرب نے مسلمان ملکوں پر قبضہ کے ایام

---

2. اسلام دوراہے پر: 32-33

3. عصر جدید کا چیلنج اور اس کا جواب، صفحہ 32

میں ان کے نظام حیات کو بدلنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی اس لئے انہوں نے مسلمانوں کا نظام تعلیم وتربیت ہی تبدیل نہیں کیا بلکہ اس نے مسلمان ملکوں کے نوجوانوں کو اپنے ملکوں میں لے جاکر ان کی تعلیم وتربیت مغربی مفکرین ودانشوروں کے ہاتھوں کروائی گئی جس کے نتیجہ میں وہ واپس لوٹ کر مسلم ملکوں میں اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کرنے کی بجائے مغربی افکار و نظریات کے داعی بن بیٹھے۔اس امر میں شک نہیں کہ مغربی افکار و نظریات سے بہت سے مشرقی اور خود مغربی ممالک محفوظ رہے ہیں اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ ان کا اپنا کوئی مستقل اور ٹھوس نظریہ حیات نہیں تھا اس لئے انہوں نے مغرب اور افکار مغرب کو دل و جان سے قبول کرلیا جیسے کہ ہندوستان میں انگریز کی آمد کے بعد ان کے تعلیم نظام کو ماسوائے مسلمانوں کے سبھی نے اجتماعی طور پر خوش آمدید کہا۔[4]

فکر نعمت اور زحمت

عصر حاضر میں جس طرف نظر ڈالی جائے وہیں پر ہر فرد، ہر جماعت، ہر قوم پر مادیت کی سوچ وفکر کا غلبہ نظر آتا ہے۔

سید ابوالحسن علی ندویؒ فرماتے ہیں کہ" فکر بڑی نعمت بھی ہے اور بڑا عذاب بھی۔ ہر وقت گھر کی فکر، زیادہ کمائی کی فکر، دولتمند بننے کی فکر، زیادہ ترقی کرنے کی فکر، تو یہ تمام فکریں خدا کا عذاب ہیں لیکن ملت کی فکر خدا کی بڑی نعمت ہے یہ درد اللہ تعالیٰ انہی لوگوں کو عطا فرماتا ہے جن پر اس کا کرم ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ لوگ ایسے آدمی پر

4۔ نظام تعلیم پر مغربی رجحانات:26-27

رحم کھانے کے لیے کہتے ہیں کہ اسکو کسی وقت چین نہیں ہر وقت ملت کے غم میں ڈوبا رہتا ہے۔ مسلمان خدائی فوج دار ہے مسلمان کو کب فرصت، مسلمان کے لیے کہاں کا عیش(اسی جانب توجہ دلاتے ہوئے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا"الدنیا سجن المؤمن "یعنی دنیا تو مومن کے لیے قید خانہ ہے، جیسے ایک قیدی قید خانے میں زندگی تو گزارتا ہے لیکن اسے بے چینی لاحق رہتی ہے اسی طرح مومن اس دنیامیں زندگی تو گزارتا ہے لیکن اسے دارِ آخرت کی بے چینی لاحق رہتی ہے،راقم (مادیت میں غلو پر مبنی جو فکریں ہم پر سوار ہو چکی ہیں اسی (ملت) کی فکر کے نہ ہونے کے سبب سے ہیں اگر یہ ایک فکر نصیب میں آجائے تو سب فانی فکروں سے نجات مل جائے"[5]

مغرب کی دقیانوسیت

سید ابو لحسن ندوی ذکر کرتے ہیں کہ یہ وہم غلط ہے کہ مغربی ممالک اور سوویت یونین بھی اپنے خیالات اور افکار کی ترویج واشاعت اور اس کی حفاظت کے لئے اس کی تعلیم و تدریس کا اہتمام کرتے ہیں تاکہ ان کے لوگ اپنے اساسی وافکار و نظریات سے روگردانی ن کر بیٹھیں (جبکہ مسلمانوں سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے نظام تعلیم کو عصر حاضر کے تقاضوں سے مرتبط کریں)سوویت یونین کے ایک سرکاری حکم نامہ مجریہ 12 نومبر 1908 میں کہا گیا کہ "ان خصوصیات کے حصول میں سماجی علوم کی تعلیم ایک اہم کردار ادا کرتی ہے ،مارکسز، لینن ازم کا علم ہر فن کے ماہرین کے لئے اشد ضروری

---

5. ملت کے نوجوان اوران کی ذمہ داریاں 19

ہے ،ہمارے نوجوانوں کی تربیت اس طرح ہونی چاہیے کہ ان میں بورژوانصب العین اور احیاء پرستی کے خلاف تعصب کی روح سرایت نہ کر جائے "(مگر افسوسناک امر یہ ہے کہ اسلامی ممالک کے بعض روشن خیال نظریہ وفکر رکھنے والے دین کی تعلیم وتربیت میں تغیر و تبدل کا آوازہ لگاتے ہیں مگر یہ نہیں سوچتے کہ جن کی ایماء پر یہ کارنامہ وہ انجام دیتے ہیں وہ خود کس قدر بنیاد پرست ہیں)[6]

اسلامی ممالک میں کشمکش کیوں؟

اسلامی ممالک کے نوجوان طبقے میں اضطراب اور کشمکش کی فضا پیدا ہونا کوئی متعجب امر نہیں ہے کیونکہ ان کے پاس مغرب کا جو پیغام اور دعوت پہنچی ہے وہ ان کے اساسی نظریات وافکار سے متصادم ہیں۔ مسلمان ملکوں میں ایک طرف حکومت اور رعایا کے مابین اونچ نیچ ہے تو دوسری طرف اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ اور جاہل طبقے کے مابین کھینچاتانی اور تیسری طرف دیندار اور آزاد و روشن خیال طبقے کے مابین تناؤ موجود ہے اس کا بدیہی نتیجہ یہ نکلتاہے یا تو مسلم نوجوان جو اسلام کے بنیادی و اساسی عقائد و نظریات کو سرے سے تسلیم کرنے اور اس کو اختیار کرنے سے روگردانی اختیار کرلیتے ہیں اور کھلم کھلا مغربی افکار و نظریات کے داعی بن جاتے ہیں (جیساکہ ہم دیکھتے ہیں الیکٹرانک و پرنٹ میڈیا میں آئے روز نت نئے انداز سے اسلام کی تعلیمات کا مذاق اڑاتے نظر آتے ہیں) یاپھر مسلمانوں کے مابین ایک داخلی جنگ شروع ہوجاتی ہے جس کے نتیجہ میں منافقت کا عنصر فروغ پاتاہے کہ وہ لوگ مغرب کی سرعام مدد کرنے سے تو

---

[6]. نظام تعلیم:30-31

معذوری ظاہر کرتے ہیں اور ان میں احساس کمتری کا مادہ سرایت کرجاتا ہے جس کے نتیجہ میں وہ دبے لہجے میں یا اندرون خانہ ان کے نظریات کی نشرو اشاعت کی جدوجہد کرتے نظر آتے ہیں۔[7]

عصر حاضر کے فتنے

مولانا ابوالحسن تحریر فرماتے ہیں کہ "عصر حاضر میں فتنے نئے انداز کے ساتھ ظہور پذیر ہورہے ہیں جن میں کہیں ،الحادیت کا نعرہ بلند نظر آتا ہے تو کہیں قومیت ،اشتمالیت اور کمیونزم وغیرہ جیسے اسلام سوز،ایمان سوز،اخلاق کو مٹانے والے اور انسانیت کی روح کو معاشرے سے ختم کرنے والے مختلف شکلوں میں لاتعداد فتنے ظاہر ہوچکے ہیں۔یہ فتنے اس قدر شدید اور خطرناک ہیں کہ اگر آج ائمہ اربعہ موجود ہوتے تو وہ تدوین فقہ کے عمل کوترک کرکے معاشرہ میں سے مندرجہ بالا منحرف اور مضر فتنوں کی سرکوبی کو فریضہ جان کر اس میں شب و روز کام کرتے۔اب ملت اسلامیہ کی ذمہ داری ہے کہ آج ہم اپنے معاشروں میں سے مادیت والحادیت، سیکولرز و کمیونزم وغیرہ جیسے فتنوں کو قلع قمع کردیں"۔[8]

جدید ذہنیت اور عقیدہ آخرت کی کمزور ترجمانی

جن نوجوانوں کی تعلیم وتربیت ایمان وایقان کے ماحول سے دور ہوئی ہے تو ان کا عقیدہ آخرت کمزور ہوتا ہے یعنی ان کو اپنی حیات دنیوی میں یہ فکر لاحق ہی نہیں ہوتی

---

7. نظام تعلیم:32-33

8. پاجا سراغِ زندگی:47-48

کہ ایک روز محشر بھی ہے جس میں حساب و کتاب کا معاملہ کیا جائے گا اور جو کچھ انسان نے خیر و شر میں سے اختیار کیا ہو گا اس کو اس کی جزا و سزا اس دن ضرور دی جائے گی۔ جبکہ جو طبقہ قرآن و سنت سے رہنمائی حاصل کرتا ہے وہ زندگی کے ہر پل اس امر پر غور و خوض کرتا رہتا ہے کہ کل کیا یوم حساب میں وہ اللہ اور اس کے حبیبؐ کے حضور کس حالت میں پیش کیا جائے گا اور اسے اس کا اعمال نامہ کس انداز سے منتقل ہو گا۔[9]

خدائی نظام کا باغی

حضرت ندویؒ فرماتے ہیں کہ " مادیت پرستی کا بھوت خدائی نظام کا باغی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قوم نمرود کی بت پرستی اور مادیت پرستی کے بت کی ایک ہی وقت میں بغاوت کی تھی جس کی سزا میں نمرود نے مادیت کو کامل و اکمل جانتے ہوئے آگ کا آلاؤ تیار کروایا تھا مگر حضرت ابراہیمؑ کو اللہ پاک کی ذات پر پورا اعتماد و یقین تھا کہ یہ آگ جس کا کام جلانا ہے اور مادی آنکھیں بھی اسی کی خواہش مند ہیں مگر اللہ تعالیٰ آگ سے اس کے جلانے کی صفت سلب کرنے میں مکمل قدرت رکھتے ہیں اور نتیجۃً ایسا ہی ہوا کہ اللہ پر یقین و ایمان نے مادیت پر فتح حاصل کی۔ یعنی حضرت ابراہیمؑ نے مادیت پرستی کے بت اور نمرود کے تراشے ہوئے بتوں پر کامیابی حاصل کرلی[10]"

9۔ معرکہ ایمان و مادیت:106

10۔ منصب نبوت اور اس کے عالی مقام حاملین، صفحہ 140

دوئم: نظری انحراف اور اس کی شکلیں

فکری انحراف کی جو صورتیں اور مثالیں ہمارے معاشرے میں موجود ہیں ان پر تفصیل کے ساتھ بات کئے بنا اساسی و بنیادی اہم موضوعات کی نشاندہی کر دی تھی ۔اب نظری انحراف کے سلسلہ میں یہ ذکر کرنا لازمی معلوم ہوتا ہے کہ آج کا مسلم نوجوان جہاں پر مغرب کے تہذیب و تمدن سے مرعوب ہو کر اپنے سوچ و فکر کے مادہ اور اس کی صلاحیت سے محروم ہو کر ایمانیات و عقائد اور ثوابت اسلام کی تشریح و تعبیر میں متردد اور متحیر ہو چکے ہیں۔ مگر اس میں ایک اور قضیہ اور شکل انحراف کی یہ بھی ہے کہ نوجوانانِ ملت مغرب کی رنگ رنگینیوں سے متاثر ہو کر اسلام کی حقانیت و صداقت کو جھٹلاتے نظر آتے ہیں۔ مغرب کی تمیر و ترقی جو ٹیکنالوجی کے میدان میں ہے کہ وہ چاند و سیاروں تک پہنچ گئے، انہوں نے جہاز و کمپیوٹر کو ایجاد کر لیا، ماں کے پیٹ میں یا سمندر کی تہوں کے رازوں کو معالوم کرنے کے آلہ جات ایجاد کر لیے وغیرہ جیسے ظاہری اور نظری انجازات سے نئی نسل متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتی۔ (یہاں ایک امر کی جانب اشارہ لازمی جانتا ہوں کہ مغرب کی ان تمام خدمات اور اختراعات کے وجود میں آنے کا اساسی و بنیادی اور اولین کردار مسلمانوں ہی کا ہے مگر اخلاقی حمیت و غیرت سے تہی دامن ہونے کے سبب وہ مسلمانوں کی خدمات اور ان کے استاذ ہونے کے شرف کو قبول کرنے سے منکر ہیں)۔ اسی سلسلہ میں گاہے بگاہے مسلم نوجوان اور روشن خیال مفکر

میڈیا کے ذریعہ یہ شکوہ کرتے نظر آتے ہیں کہ مسلمانوں نے کیا دیا ہے انسانیت کو آج سر سے لے کر پاؤں تک اور شب و روز کی حیات میں ہم غیر مسلم ہی کے محتاج ہیں۔

مشینوں کی بہار

اس امر پر بات کرتے ہوئے مولانا ابوالحسن نے اپنے دورہ امریکہ میں کہا کہ "میں نے آج امریکہ کے مختلف مقامات کا مشاہدہ و مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات بڑی وضاحت کے ساتھ کہتا ہوں کہ انہوں نے چاند و سیاروں کے سفر کر لئے ، انہوں نے مشینیں تو ایجاد کر لی، انسانی زندگی کے سفر کو تیز ترین بنا دیا ہے، ذرائع نقل و حمل، ابلاغ و نشریات وغیرہ میں نمایاں اور قابل تحسین کارہائے نمایاں ادا کیا ہے مگر یہ کہنے میں کسی لگی چپٹی سے کام لینے کی بجائے صراحت کے ساتھ کہتا ہوں کہ تلاش کرنے پر بھی مجھے ایسا انسان نہیں ملا کہ جسے اپنے علاوہ دوسرے کی نیکی و بھلائی اور مدد کی فکر ہو کہ وہ یہ چاہتا ہو کہ اس کے ذریعہ اور مدد سے کوئی انسان یا ملک ترقی کر سکے اور کائنات میں موجودگی کا مقصد صرف کھانا پینا اور عیش و عشرت اس کا مقصود نہ ہو بلکہ دکھی و بے سہارا لوگوں کی معاونت و مساندت کرنے پر اس کو وہ راحت و سکون میسر آئے جو کسی صورت میسر نہ آسکے۔ وہ کائنات میں جمادات و حیوانات کی طرح زندگی نہ بسر کر رہے ہوں بلکہ وہ اپنے عزیز و اقارب اور دوستوں کے نفع و نقصان کی دیکھ بھال رکھنا اپنا فریضہ جانتا ہو۔ اللہ کی جانب سے عطا کردہ نعمتوں کو مسخر کرکے اس کو انسانوں کی منفعت و صلاح و فلاح کے لئے استعمال کرتا ہو۔[11]

---

[11]۔ امریکہ میں صاف صاف باتیں:19-20

مغرب میں تعلیم حاصل کرنے کا رجحان

ایک خطرناک امر یہ ہے کہ مسلم ممالک کے نوجوان امریکہ ویورپ میں تعلیم حاصل کرنے کے خواہش مند ہیں اور یہ رجحان خطرناک حد تک پھیل چکا ہے۔ خاص طور پر ایسے نوجوانوں کا مغربی ممالک کے حصول کے لئے سفر کرنا جو اسلامی و اخلاقی تعلیمات سے کامل طور پر واقف نہیں ہیں اور باعث تشویش امر یہ ہے کہ وہ جس ماحول اور جس مقام پر تعلیم حاصل کرنے جارہے ہیں اور جہاں پر اپنے قیام کا انتظام کرتے ہیں ان مقامات پر غیر مسلموں کا ہجوم ہوتا ہے جس کا بدیہی نتیجہ اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ مسلم نوجوان کم فہمی اور ناواقفیت کی وجہ سے مغربی افکار سے متاثر ہوجاتے ہیں اور ان کی فکری و اخلاقی حالت کا دیوالیہ نکل جاتا ہے اور وہ مغرب کی تہذیب و ثقافت پر فخر وامتیاز کرتے نظر آتے ہیں۔ ایسے میں لازم ہے کہ نئی نسل کے نونہالوں کو اگر تعلیم کی غرض سے بھیجنا بھی پڑے تو لازمی بات ہے انکی اسلامی و فکری تربیت کا اہتمام کریں اور وہاں پر ان کی رہائش ہاسٹل کا انتظام بھی مسلمان مخیر حضرات کریں۔[12]

تقلید مغرب

مسلم ممالک کے نوجوانوں نے اپنی زندگی کا محور و مرکز اور اپنے شب و روز میں مغرب کی نقالی کو اپنا شعار بنارکھا ہے۔ ان نوجوانوں کو اسلام کی مقدس شخصیات سے ماسوائے مسلمان ہونے کے کسی طور نسبت نہیں ہے۔ ہمارے نوجوان اپنے شرب و اکل، وضع قطع، چال ڈھال، گفت وشنید، دوستوں سے میل جول اور باہمی انسانی

12۔ نظام تعلیم پر مغربی رجحانات: 44-45

تعلقات سمیت تمام امور زندگی میں مغرب کو اپنا رہبر و پیشوا عملاً تسلیم کر چکے ہیں اگر یوں کہا جائے کہ ملت اسلامیہ کو مغرب سے زمینی و ارضی آزادی تو میسر آچکی ہے مگر تہذیب و ثقافت ،افکار و نظریات کے اعتبار سے ہماری نئی نسل مکمل طور پر مغرب کی غلامی میں جاچکی ہے تو بجا ہو گا، اسی دکھ درد کو بیان کرتے ہوئے علامہ اقبالؒ نے فرمایا تھا کہ:

؎ وضع میں تم ہو نصاریٰ تو

تمدن میں ہنود

یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائے یہود

مغربیت کے عنصر کو فروغ دینے میں جہاں حکمرانوں اور ذرائع ابلاغ کا کردار نظر آتا ہے وہیں پر ہمارے عصری جامعات کا بڑا کردار بھی اس میں شامل ہے۔ مسلم ممالک کی اکثریتی آبادی خط غربت میں زندگی بسر کر رہی ہے، اس سبب سے ان کے لیے یہ مشکل ہے کہ وہ یورپ جا سکیں یا ان کے خیالات و نظریات سے براہِ راست متمتع ہو سکیں لیکن بد قسمتی سے اس قبیح عمل کے فروغ کا فریضہ ہمارے عصری جامعات ادا کر رہے ہیں۔ اسی تناظر میں چند ایک اہم امور کا جائزہ پیش کرنا مناسب سمجھتا ہوں:

ہمارے جامعات میں جدید عصری علوم کی جو تعلیم دی جاتی ہے وہ ایسی صاف و شفاف نہیں ہوتی کہ اسے پڑھ کر مسلم نوجوانوں کے اذہان میں تشکیک کے پیدا ہو جانے کے ساتھ ساتھ اس نئی نسل میں مغرب کی تہذیب و ثقافت سرایت نہ کر جائے۔

ہمارے ان جامعات میں عصری علوم کے موجدین وماہرین سے متعلق شناسائی کا کوئی انتظام موجود نہیں ہے، حالانکہ فی الحقیقت علوم جدیدہ میں مسلم مفکرین و علماء" فارابیؒ ،ابن سیناؒ، ابن الھیثمؒ، ابن رشدؒ، ابن خلدونؒ وغیرہ" کی محنتیں و مشقتیں شامل ہیں، اور موجودہ دور میں مسلم نوجوانوں پر لازم ہے کہ وہ ان علوم جدیدہ (جو ان کے اپنے اسلاف کی میراث ہے) کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں لے کر مزید مؤثر و مفید پیش قدمی کریں۔

روحانی انحطاط

حضرت ندویؒ مغرب کے نظریہ زندگی کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ" نئی تہذیب کے داعیوں کا خیال ہے کہ متمدن انسانی سماج، ایمان و عقیدہ کے توہمات، اخلاقی اقدار اور مذاہب کی تعلیم، آسمانی رسالت سے ہٹ کر بھی نا صرف قائم ہو سکتا ہے بلکہ قائم ہونا چاہیے جس کی بنیاد علم و سائنس، تنظیم، صنعت و حرفت، معاشی اور سیاسی استحکام اور اس کی سوجھ بوجھ، قومیت، وطنی عصبیت، دستوری و جمہوری معاہدوں پر اٹھنی چاہیے۔ ان کے نزدیک سماج کی کامیابی اور انسان کی فلاح و بہبود اس میں ہے کہ انسانی خواہشات کی تکمیل اور فطرت کی تسخیر کرے، کائناتی علوم ہی سرمایہ نجات ہیں، ماضی میں انسان کی ناکامی کا سبب یہ تھا کہ تعارف و تبادلہ افکار کی راہیں آسان نہ تھیں اور دنیا مختلف حصوں میں بٹی ہوئی تھی۔ مغرب نے اپنے اس باطل نظریے کو منوانے پر سخت اصرار کیا، اس کا نعرہ یہ تھا کہ "لا الٰہ ولا دین، ولا غیب ولا ایمان ولا روح ولا آخرۃ" (نہ معبود، نہ دین، نہ غیب، نہ روح، نہ ایمان اور نہ آخرت) اس کے نزدیک شریعت اور اس کا روحانی نظام محض چند توہمات ہیں، اصل

حقیقت، احساس، تجربہ، لذت، منفعت، قومیت، وطنیت یا طبیعت و جذبات، آزادی اور جمہوریت، کمیونزم اور اشتراکیت ہے۔ جس کے نتیجہ میں مغرب کے اندر و باہر عداوت و چپقلش کا میدان برپا ہو گیا۔ افراد، طبقات اور برادریوں کے مابین جنگ کے خوفناک بادل چھائے ہوئے ہیں، ایک آتش فشاں پہاڑ ہے جو کسی بھی معمولی سبب سے پھٹنے کے لیے تیار ہے، انسانیت کے خاتمے کی پرہول چیخیں ہیں، اعتماد، سکون اور جذباتی ہم آہنگی مفقود ہے، اعصاب، دل و دماغ پر خوف و ہراس طاری ہے، ایک مسلسل اضطراب ہے، اخلاقی انتشار کا ناقابل قیاس طوفان ہے، ایک روحانی خلاء ہے، جو بھرتا نہیں، ایک مستقل مایوسی ہے، جو لاعلاج ہے"[13]

نظر احتیاج

حضرت ندویؒ فرماتے ہیں کہ "ملت اسلامیہ اس قدر تخلیقی صلاحیتوں سے بانجھ ہو چکی کہ دینی تحقیقات میں بھی مغرب کی دست گیری کرتے ہیں۔ اس وقت صورتحال یہ ہے کہ ہم علم مغرب سے لیتے ہیں، زندگی کا معیار مغرب سے لیتے ہیں یہاں تک کہ دینی تحقیقات میں بھی مغرب سے مدد لیتے ہیں، اس وقت علوم اسلامیہ کو جاننے کے لیے بھی مغربی یونیورسٹیوں کی جانب دیکھا جاتا ہے، مستشرقین کا لوہا نا صرف مغرب بلکہ مشرق میں بھی مانا جاتا ہے اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ مستشرقین جو کہہ دیں وہ درست ہے اس پر کسی کو رائے زنی کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ اس کمزور ذہنیت سے

13۔ مغرب سے کچھ صاف صاف باتیں، صفحہ 64-67

مسلمانوں کا کوئی ملک مستثنیٰ نہیں ہے کیوں کہ لفظی اعتبار سے آزادی تو حاصل کر لی ہے مگر حقیقت آزادی کی روح کو استعمال کرنے میں مسلمان ناکام ثابت ہوئے ہیں"[14]

حرص مال

یونیورسٹیوں میں طلبہ کو صرف یہ سکھایا اور بتایا جاتا ہے کہ آپ نے پیسہ زیادہ سے زیادہ کیسے کمانا ہے عوام الناس کا خون کیسے چوسنا ہے، بس آپ کی نظر اپنے کاروبار کو تقویت دینے پر مرکوز ہونی چاہیے اور اس سلسلہ میں نئے و جدید انداز و طرق کے ذریعہ سے عوام کو قائل کرنا ہے۔ قانون کے اساتذہ اپنے طلبہ کو یہ تعلیم دیتے ہیں کہ آپ نے کیس کو طویل سے طویل تر کرنا ہے اگر ایسا نہیں کریں گے تو فیصلہ جلد آجائے گا اور اس کے نتیجہ میں آپ کی آمدنی کا ذریعہ ختم ہو جائے گا۔یہی صورت حال ڈاکٹروں کی ہے وہ مریض کی حالت نزاکت کو نہیں دیکھتے بلکہ پہلے پہل اپنی فیس ہتھیانے کی کوشش کرتے ہیں۔ بزنس کے اساتذہ اپنی اشیا کو فروخت کرنے اور عوام کو بے وقوف بنانے کے لیے نئے سے نئے حربے اختیار کرنے کی تعلیم دیتے ہیں تاکہ طلبہ عملی زندگی میں زیادہ سے زیادہ اور جلد سے جلد مال دار بن جائیں۔ جبکہ اساتذہ کسی طور بھی اپنے طلبہ کو یہ تعلیم نہیں دیتے کہ آپ زندگی کے کسی شعبہ میں چلے جائیں وہاں پر آپ صداقت و امانت و دیانت، حلال کمانے کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے دیں چہ جائیکہ آپ کو سخت و مشکل حالات سے ہی کیوں نہ دوچار ہونا پڑے اور جھوٹ، خیانت، رشوت، حرام خوری، ظلم و زیادتی سے اجتناب کریں کیوں کہ اس کی بدولت آپ کو وقتی منفعت تو مل سکتی ہے مگر

---

[14]۔ مغرب سے کچھ صاف صاف باتیں، صفحہ 144

ہمیشہ کا سکون میسر نہیں آئے گا۔اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ ''وما الحیاۃ الدنیاالامتاع الغرور''(اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکہ ہے)

مادی چیلنج

حضرت ندویؒ فرماتے ہیں کہ '' زمانے کا سب سے بڑا چیلنج مادیت ہے، یہ ایک ایسی کلی حقیقت ہے جس کے اصول وانواع تو سینکڑوں میں ہو سکتے ہیں لیکن جنس ایک مادیت ہی ہے۔اشتراکیت، کمیونزم، سرمایہ داری اور دوسرے تمام اقتصادی فلسفوں کا منتہی، نکتہ جامع اور قدر مشترک مادیت یعنی نفس پرستی ہے''[15]

[15]۔حدیث پاکستان، صفحہ 135

سوئم: رویوں میں انحراف اور اس کی صورتیں

رویوں کے انحراف یہ ہے کہ معاشرے میں موجود نوجوانوں کے مزاج میں عدم برداشت، تشدد، حسد اور بغض و غیض کا فروغ پاجانا ہے جس کے نتیجہ میں ایسے افراد اللہ کی تقسیم پر رضامندی کی بجائے اس تگ و دو میں مصروف ہو جاتے ہیں کہ وہ کسی طرح صاحب جاہ و منزلت اور صاحب مال انسان کے خلاف مختلف حیلوں اور حربوں سے نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ دوسری جانب اصحاب جاہ و منزلت سرکشی اور جبر و ظلم کا راستہ اختیار کر کے کمزور مقہور انسانوں پر جور و ستم کے پہاڑ ڈھاتے نظر آتے ہیں۔ اس باب میں بطور تمثیل مختصر انحرافات کو بیان کیا جاتا ہے۔

انسانی اقدار ناپید

مسلم نوجوانوں میں ایک اہم مرض لاینحل یہ بھی ہے کہ ان میں انسانی قدروں سے روگردانی کوٹ کوٹ کر رچ بس چکی ہے۔ ہر نوجوان و طالب علم اپنی من کی دنیا کو بہتر سے بہتر گذارنے کی جستجو میں ہے، اس کی آرزو یہ ہے کہ میں اپنا وقت عیش و استراحت میں بسر کروں۔ مسلم نوجوان اپنے قرب و جوار میں پڑوسیوں، دوست احباب، اعزہ و اقارب یا جمیع انسانیت کی بھلائی و اچھائی و بہتری کی فکر سے یکسر ناواقف و ناآشنا ہے۔ جب کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان عالیشان ہے ''خیر الناس من ینفع الناس'' بہترین لوگ وہ ہیں جو انسانیت کو فائدہ پہنچائیں۔ آپ ﷺ کا یہ بھی فرمان ہے کہ '' الخلق عیال اللہ '' تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے، مولانا رومؒ نے اپنی مثنوی میں ایک

عبرت آموز واقعہ تحریر کیاہے، فرماتے ہیں کہ ”کل رات کا واقعہ ہے کہ ایک ضعیف العمر آدمی چراغ لیے شہر کے گرد گھوم رہے تھے اور اندھیری رات میں کچھ تلاش کر رہے تھے میں نے کہاحضرت سلامت آپ کیا تلاش کر رہے ہیں وہ فرمانے لگے مجھے انسان کی تلاش ہے میں چوپایوں اور درندوں کے ساتھ رہتے رہتے عاجز آگیاہوں۔میرا پیمانہ صبر سے لبریز ہو چکاہے اب مجھے ایسے انسان کی تلاش ہے جو خدا کا شیر اور مرد کامل ہو۔میں نے کہابزرگوار اب آپ کا آخری وقت ہے انسان کو آپ کہاں تک ڈھونڈیں گے اس عنقا کا ملنا آسان نہیں۔میں نے بھی بہت ڈھونڈا ہے لیکن نہیں پایا۔ان بزرگ نے جواب دیا کہ میری ساری عمر کی عادت یہ ہے کہ جب کسی چیز کو سنتاہوں کہ وہ نہیں ملتی تو اس کو اور زیادہ تلاش کرتا ہوں۔تم نے مجھے اب اس بات پر آمادہ کر دیاہے کہ میں اس گم گشتہ انسان کو اور زیادہ ڈھونڈوں اور اس کی تلاش سے باز نہ آؤں“[16]

اخلاقی تنزل

زمانہ قدیم کی طرح عصر حاضر کے معاشرے میں انسانوں کا باہمی تعلق مطلب پرستی اور مفادات کو سامنے رکھتے ہوئے قائم ہے۔موجودہ دنیا کے انسان میں خدا پرستی پر نفس پرستی غالب آچکی ہے، آج کا انسان مادیت کا غلام بن چکاہے،اس میں انسانیت کا احساس مٹ چکاہے،ہر فرد جنسی خواہشات اور مادی ضروریات کی رو میں بہا جارہاہے ،کسی بھی وقت وہ ذرا ٹھہر کر یہ سوچنے پر تیار نہیں کہ اللہ نے اس کو معدہ و پیٹ کے ساتھ

16۔ آدمیت سے بغاوت

دماغ، دل اور روح بھی عطا کی ہے اور اس کی بالیدگی کے لیے لازم ہے کہ انسان اپنے اخلاقی اوصاف کو درست کرے اپنے دل میں پوری انسانیت کا درد پیدا کرے کیوں کہ انسانوں کی سوچ و فکر اور ان کے عمل کا اثر پوری کائنات کے اخلاق اور معاملات پر پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو معلم اخلاق بنا کر بھیجا تھا۔ قرآن میں ارشاد ہے ''انک لعلیٰ خلق عظیم ''یعنی آپ ﷺ اخلاق کے اعلی درجے پر فائز ہیں اور آپ ﷺ کا اپنا فرمان ہے کہ '' انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق ''(میں اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں) جب کہ یہ مسلمہ امر ہے کہ دین متین صرف چند عبادتوں یا صرف درست عقیدہ کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ دین اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جس میں درست عقیدہ اور عبادات کی ادائیگی کے ساتھ ہی اچھے معاملات و حسن اخلاق کا درس بھی موجود ہے گویا کہ یوں کہا جائے تو صحیح ہو گا کہ اسلام حقوق اللہ و حقوق العباد کے مجموعہ کا نام ہے۔ ان میں سے کسی ایک امر میں کوتاہی و غفلت عند اللہ باعث گرفت ہے۔ عصری جامعات میں جہاں اور اساسی اصولوں کی تعلیم میں کوتاہی برتی جاتی ہے وہیں پر اخلاقیات کا درس دینے میں بھی غفلت کا معاملہ روا رکھا جاتا ہے۔ ان جامعات میں طلبہ کو عملی زندگی کے مراحل میں عوام کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کی تعلیم نہیں دی جاتی۔ اس کے نتیجہ میں طلبہ اساتذہ، والدین، اپنے سے بڑوں کے ساتھ بات کرنے اور چھوٹوں پر شفقت کرنے کے امر کو ترک کر دیتے ہیں۔ اسی سبب سے طلبہ و نوجوان اپنی عملی زندگیوں میں اس اہم امر (اخلاقیات) سے روگردانی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں جس کے باعث سماج کا سماج بد اخلاقیوں کا منبع و مرکز بن جاتا ہے۔

فرقہ بندیاں

افسوس صد افسوس کہ معاشرے وسماج میں انسانیت کا پیغام عام کرنے کی ذمہ داری کوئی طبقہ بشمول تعلیمی اداروں کے ادا نہیں کررہا۔ عصری جامعات میں اس مرض ناتواں کو اس طرح تقویت ملتی ہے کہ ان جامعات میں طلبہ و اساتذہ کے مابین تعلق انسانی بنیادوں پر ہونے کی بجائے مسلک، سیاست، صوبائیت، قومیت، لسانیت اور قرابت کی بنیاد پر رائج ہے جس کے باعث مستقبل میں یہی نوجوان اپنے اساتذہ کے اسوہ پر چلتے ہوئے سماج میں انسانی قدروں کو پامال کرتے ہوئے من چاہی و خود غرضی کی زندگی بسر کرتے ہیں چہ جائیکہ انکے اس عمل سے انسانیت کو تکلیف واذیت ہی کیوں نہ پہنچ رہی ہو۔

اسی تناظر میں حضرت ندویؒ فرماتے ہیں کہ " وسائل نے بے پناہ ترقی کرلی مگر انسانیت کے رجحانات اور ارادوں نے ترقی نہیں کی۔ وہ فرماتے ہیں کہ موجودہ وسائل اس امر کے لیے کافی تھے کہ ان کے ذریعے مصائب میں گھری اور زخموں سے چور انسانی دنیا کو جنت ارضی میں تبدیل کردیا جاتا جہاں نہ کوئی مصیبت ہو نہ مشقت ہو، نہ مستقبل کا خوف نہ ماضی کا غم، نہ آپس کی جنگیں ہوں نہ دلوں کی کدورتیں، نہ افلاس ہو نہ مرض لیکن میں پوچھتا ہوں کہ کیا ان میں سے کوئی انسانی غرض پوری ہوئی؟ کیا دنیا سے خوف واضطراب مٹ گیا، کیا افلاس و پریشانی کے بادل چھٹ گئے؟ کیا اب انسانوں پر ظلم وزیادتی نہیں ہوتی؟ کیا دنیا کو امن و سلامتی میسر آگئی؟ ان سوالات کے جوابات طلب کرنے کی ضرورت نہیں کیوں کہ میں ایٹمی جنگوں کو دیکھ چکا ہوں۔ ان تمام تر جدید وسائل کی

موجودگی کے باوجود دنیا میں خیر و بھلائی، نیکی و ہمدردی کا عنصر نظر نہیں آتا۔اس کا سبب یہ ہے کہ انسانی علوم وفنون نے جس قدر تیزی سے ترقی کی ہے خود انسان نے اس قدر ترقی نہیں کی، آلات واداروے ترقی کر گئے مگر انسانی رجحانات اور انسانی ارادوں میں کوئی بہتری اور سدھار پیدا نہیں ہوا بلکہ یوں کہا جا سکتا ہے کہ علوم و فنون نے اخلاق وانسان کا حق مار کر ترقی کی منزلیں طے کر لی ہیں، قلب و روح کا حق مار کر کارخانوں اور فیکٹریوں نے بلندی حاصل کر لی"[17]

زوال ملت

حضرت ندویؒ فرماتے ہیں کہ" اگر کوئی سوسائٹی اخلاقی طور پر دیوالیہ ہو جائے تو اس کو تباہی و بربادی سے دوچار ہونے میں نہ کوئی حکومت بچا سکتی ہے نہ جمہوری نظام، نہ ایک زبان و کلچر۔ماضی کی تمام مضبوط مسلم ریاستوں کے حصہ میں زوال اسی امر کے باعث مقدر ٹھہرا جن میں روم و فارس، خوارزم شاہی کے زوال پیام عبرت سے لبریز ہیں"[18]

ذاتی منفعت

حضرت ندویؒ فرماتے ہیں کہ" آج کس چیز کی محتاجی ہے، کیا چیز ہے جو کھو گئی ہے خدارا اس پر غور کیجئے۔۔۔کیا چیز اس وقت دنیا کے ہاتھ میں نہیں ہے؟نیک ارادہ

17۔ مغرب سے کچھ صاف صاف باتیں، صفحہ 28-30

18۔ اصلاحیات، صفحہ 101

نہیں ہے، انسان کی قدر نہیں ہے، انسانیت کی فکر نہیں ہے، خطرات ہمارے سروں پر منڈلا رہے ہیں ان کی کسی کو پروا نہیں ہے ہر ایک اپنی فکر میں منہمک ہے، دنیا کے پاس ضرورت کے تمام تر جدید سے جدید وسائل آج موجود ہیں اور ان کو اپنے ہاں جمع کرنے کی ساری طاقت بھی صرف کی جا رہی ہے، ساتھ ہی ساتھ بڑی بڑی باتیں لذت حاصل کرنے کے انداز میں کی جاتی ہیں مگر افسوس انسان کے اندر سے دوسرے انسان کے حق میں سچا ارادہ و درد مفقود ہو چکا ہے، انسان سست و کاہل الوجود ہو چکا ہے"[19]

---

[19]۔ مغرب سے کچھ صاف صاف باتیں، صفحہ 174-176

چہارم: اسلامی تعلیمات کی روشنی میں فکری و نظری انحراف سے محفوظ رہنے کا منہج

گذشتہ صفحات میں ہم مطالعہ کر چکے ہیں کہ معاشرے میں متعدد بالحاظ فکر و نظر اور رویے کے انحرافات سرطان کے مرض کے پھیلاؤ سے زیادہ طاقتور انداز میں سماج میں رائج ہو چکے ہیں۔ ایسے میں لازمی و ضروری ہے کہ ہم سماج کے نوجوان طبقے جن کے ہاتھوں میں قوم و ملت کا مستقبل ہے اس کی تعلیم و تربیت اور رہنمائی و نگہبانی کا مناسب انتظام کیا جائے۔ اسی سبب مندرجہ ذیل باب میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں منتشر انحرافات سے بچاؤ اور حفاظت کے لئے چند صورتیں ضبط تحریر کی جا رہی ہیں۔

بعثت اسلام کے مقاصد

اسلام، امت کے عقائد و عبادات اور معاملات کی درستی کے ساتھ ہی اسے روشن و مثالی اخلاقی اقدار سے متصف کرنے کے لیے آیا ہے۔ یہ امر کیسے ممکن ہے کہ مسلمانوں کی بڑی تعداد کی موجودگی، علماء اسلام اور ان کے مدارس کے ہوتے ہوئے اسلامی معاشرے میں شہوت نفسانی، حرص و لالچ، مفاد پرستی، اخلاقی گراوٹ اور سماجی خودکشی عام ہو جائے، جب کہ یہ مسلم حقیقت ہے کہ مسلمانوں کے پاس دینی تعلیمات، رسول اللہ ﷺ کی سنت اور صحابہ کے اسوہ کی صورت میں اخلاقی تحفظ کا سامان موجود ہے جو اخلاقی بے راہ روی اور ذہنی دیوالیہ پن سے بچا سکتا ہے اور ملک و سماج کو مکمل تباہی سے محفوظ رکھنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ مسلمانوں کے پاس اعلیٰ اخلاق کے نمونے دستیاب ہیں ضرورت اس امر کی ہے کہ آج ملت اسلامیہ اخلاقی میدان میں

قیادت کی ذمہ داری سنبھالے اس میں اپنی صلاحیت، اہلیت اور امتیاز ثابت کرے اس طور پر ممکن ہے کہ مسلمان ایک مرتبہ پھر جہانِ آدم کی قیادت حاصل کر سکیں۔[20]

انبیاء کا دعوتی اسلوب

حضرت ندویؒ فرماتے ہیں کہ" انبیاء علیہم الصلوات والسلام حتی کہ خاتم النبیین ﷺ نے انسان کی تربیت کو اپنا اول و آخر موضوع بنایا، انسان کے اندر کی پوشیدہ طاقتوں کو ابھارا، اس کی چھپی اور پوشیدہ صلاحیتوں کو بیدار کیا اور اس کے دل کی وہ آنکھ کھول دی جس کے ذریعہ وہ اپنے خالق اور اس عظیم کائنات کے مالک کو دیکھ سکے، اس کے ذریعہ روشنی و حرارت، زندگی و محبت، اعتماد، عزم، قلبی سکون و اطمینان حاصل کر سکے، انسانیت میں زندگی، قوت و تنظیم کے اصل سرچشمہ کو اجاگر کیا جس کی بدولت ساری انسانیت وحدت کی لڑی میں بندھ جائے، اس امر سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ ساری کائنات ایک مملکت بن جاتی ہے جس کو ایک طاقتور اور رحمدل چلا رہا ہوتا ہے، جس کے یہاں مشرق و مغرب کی کوئی تفریق نہیں ہوتی قرآن نے اسی کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ "رب المشرق والمغرب لا الہ الا ھو فاتخذہ وکیلا" وہ مشرق و مغرب کا مالک ہے کوئی معبود نہیں اس کے سوا اس کا (اپنا) کارساز ٹھراؤ۔(سورہ المزمل)[21]

---

[20]۔ اسلامی بیداری، صفحہ 29

[21]۔ مغرب سے کچھ صاف صاف باتیں، صفحہ 20-21

خیر امت کا اعزاز

رسالت مآبؐ کے تربیت یافتہ صحابی حضرت ربعی ابن عامر رضی اللہ وعنہ کی دربار رستم میں حاضری اور اس کے رعب و دبدبہ اور نظری عیش و عشرت کی فراوانی اور اس کی افادیت کا انکار کرنا نوجوانان ملت کو ایک عجیب سبق دیتا ہے۔ بعثت اسلام کے وقت انسانی دنیا میں دو سپر طاقتیں تھیں اور ان کے پاس زمانہ کی تمام جدید سہولیات اور آسائشیں فراہم تھیں اور جس پر ان کو غرور بھی تھا کہ وہ اسی کو معیار عزت و ذلت تصور کرتے تھے۔ ان میں سے ایک سپر پاور طاقت فارس تھا اور اس کا جرنیل و سپہ سالار رستم تھا جس نے حضرت سعد بن وقاص سے مسلمانوں کی آمد کا مقصد سمجھنے کے لئے قاصد طلب کیا تو حضرت ربعی نے اسلامی لشکر کی آمد کا سبب بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بھیجا ہے کہ ہم لوگوں کو بندوں کی بندگی سے ایک اللہ کی عبادت کی طرف لے جائیں، دنیا کی تنگیوں سے دنیا کی آزادی و وسعت کی طرف نکالیں اور ادیان و مذاہب کے ظلم و ستم سے نجات دلائیں"۔[22]

مغرب سے استفادہ

یونیورسٹیوں میں اس امر کا بھی اہتمام نہیں کیا جاتا کہ طلبہ کے قلوب اذہان میں اگر کسی درجہ کی بھی تشویش پیدا ہو رہی ہو تو اس کو دور کرنے کے ٹھوس انتظامات کیے جائیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ عصری جامعات کے نظام و نصاب پر مغربیت غالب آچکی ہے تو غلط نہ ہو گا۔ جبکہ مغرب کے شہر آسٹریا کے مشہور عالم علامہ اسدؒ نے خود ہی

[22] امریکہ میں صاف باتیں:20-21

مسلمانوں کو مغرب کی اندھی و مکمل تقلید سے منع کیا ہے۔انہوں نے اپنی کتاب ”اسلام دوراہے پر“میں تحریر کیا ہے کہ ”مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ مغرب کی جدید تحقیق ،ریسرچ،ادب و ثقافت اور ان سے سائنس ، ٹیکنالوجی،ریاضیات وغیرہ کی تعلیم ضرور حاصل کریں مگر ان کے علم کے ساتھ ان کی تہذیب و ثقافت کو ہرگز نہ لیں کیوں کہ یہ امر مسلم تہذیب کے خاتمے کا موجب بنے گا۔

مادہ پرستوں کی شکست

حضرت ندویؒ فرماتے ہیں کہ "مادی تہذیب کے علمبردار اپنے اسباب و وسائل پر اندھا اعتماد کرتے ہیں ، یہ مادی حکومتیں اپنے عمرانی و اقتصادی منصوبوں اور موسموں کے تغیرات سے متعلق بڑے بڑے دعوے کرتی نظر آتی ہیں مگر ان کے سب دعوے اللہ تعالیٰ کی مرضی ومنشا کے سامنے زیر ہو جاتے ہیں، کبھی قحط، کبھی سیلاب، کبھی بارشوں کا نہ ہونا اور کبھی بارشوں کا زیادہ برس جانا یہ سب من جانب اللہ ایسے عذاب ہیں جن کے ذریعہ مادیت کے مدعیوں کے سارے سہانے خواب خاکستر ہو جاتے ہیں"[23]

تعلق مع اللہ

حضرت ندویؒ فرماتے ہیں کہ " آج کے زمانے میں مسلح مادیت کا عنصر بھی اپنے اقبال پر ہے ،اس مسلح مادیت کا مقابلہ کرنے کے لیے ہمیں اپنی نمازیں درست کرنا ہوں گی ، یہ طاقت نمازوں ، دعاؤں ، تلاوت، سجدوں سے مانوس ہونے اور بندگان خدا

---

[23]۔ معرکہ ایمان ومادیت، صفحہ 86

کے پاس بیٹھنے سے پیدا ہوتی ہے، آج ہم مغرب کی مسلح مادیت کا مقابلہ محض تنظیم سازی، ضابطہ اخلاق مرتب کرنے سے نہیں کرسکتے بلکہ اپنے اندر ایمانی طاقت پیدا کرنی ہو گی، تعلق مع اللہ کا اہتمام کرنا ہو گا، اللہ کے ساتھ ربط و تعلق ایسا بنانا ہو گا کہ ایک سجدہ کی زمین تاب نہ لائی جاسکے، کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ:

وہ سجدہ روح زمیں جس سے کانپ جاتی تھی

اسی کو آج ترستے ہیں منبر و محراب

سجدہ ایسا ہونا چاہیے کہ زمین کانپے یا نہ کانپے پر انسان کا اندر کانپ جائے، ایمانی طاقت کو حاصل کرنے کے لیے لازم ہے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت پیدا کرنی ہو گی، سنتوں کا اہتمام کرنا ہو گا، اپنی کوتاہیوں پر اصرار کی بجائے اظہار ندامت کرنا ہو گی، اگر ایسی کیفیت پیدا ہو گئی تو بہر صورت مادیت پر انسان کو طاقت و قوت حاصل ہو جائے گی"[24]

کامیابی کی کنجی

حضرت ندویؒ نے ایک موقع پر طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ "اگر ہم مسلم امت ان سے عصر حاضر کے جدید علوم و فن میں مہارت حاصل کرسکتے ہیں یا سیکھ سکتے ہیں تو یاد رکھیں کہ ہم اس سے زیادہ ان کو دے بھی سکتے ہیں، اس امر میں کوئی تردد نہیں ہے کہ جو علم و فن ہمارے پاس نہیں ہے اس میں ان سے استفادہ ضرور

---

[24]۔ حدیث پاکستان، صفحہ 126-127

حاصل کریں یہاں تک کہ اسلامی علوم میں بھی ان کی تحقیقات سے روشنی حاصل کریں مگر ان کو دنیا کا امام برحق نہ سمجھیں، اور یہ خیال دل میں نہ آنے پائے کہ مغرب و مشرق کی جاہل، نیم وحشی اور پسماندہ اقوام کے لیے یہ فرشتہ رحمت ہے۔ یہ ایک مسلم امر ہے کہ مغرب کے پاس جو کچھ علم ہے اگر ہم وہ نہ بھی سیکھیں یا حاصل نہ کریں تو بدیر صحیح مگر منزل مقصود تک پھر بھی پہنچ سکتے ہیں مگر جو پیغام امن و آشتی اور دنیوی اور اخروی کامیابی کی ضمانت ہے یورپ و مغرب اس سے محروم ہے"(11) مغرب سے کچھ صاف صاف باتیں، صفحہ 155-156

شباب مسلم کی ذمہ داری

لندن میں نوجوانوں سے خطاب کرتے ہوئے حضرت سید ابوالحسن ندویؒ نے فرمایا تھا کہ "عزیزو! آپ کو یہ سمجھنا چاہیے کہ آپ کو جنھوں نے یہاں بھیجا ہے ان کے لیے یہ کافی نہیں کہ آپ اچھے سائنس دان، اچھے ٹیکنیشن، اچھے انجینئر، اچھے ڈاکٹر، اچھے آرٹسٹ اور مغربی زبانوں اور ادبیات کے ماہر بن کر جائیں۔ اگر آپ نے صرف سائنس دان، صرف انجینئر اور صرف قانون دان بننے پر اکتفا کر لیا تو آپ نے ملک کو صحیح فائدہ نہیں پہنچایا، آپ کو ان علوم میں مجتہدانہ قابلیت پیدا کرنی چاہیے کہ اگر آپ قانون کے طالب علم ہیں تو آپ کو اسلامی قانون پر بھی عبور حاصل کرنا چاہیے اور دنیا کے اصول قانون کا گہرا مطالعہ کر کے اسلامی قانون کی برتری ثابت کرنی چاہیے، آپ کو اپنے ملکوں میں جا کر کہنا چاہیے کہ مغرب کا کس قدر برا حال ہے وہ اس وقت پکے ہوئے پھل کی مانند ہے جو کسی وقت بھی گرنے والا ہے۔ اگر آپ نے مشرق جا کر کہا

کہ مغرب سر تاپا خیر ہے اور سراسر بے عیب ہے تو آپ نے اپنی قوم کو دھوکا دیا، اور ایک خلاف واقعہ بات بیان کی، آپ کو یہاں سے واپس جاکر اپنے بھائیوں کو بتانا ہے کہ مغرب کے پاس کیا خوبیاں ہیں ؟اس کی قوت کا کیاراز ہے، اور ان کی زندگی کے کون سے پہلو قابل تقلید ہیں ؟اسی طرح مغرب کی کون سی بیماریاں ہیں، جو اس کو گھن کی طرح کھائی جارہی ہیں، وہ آج کس اخلاقی جذام میں مبتلا ہے، ہمیں اس کی کن کن چیزوں سے احتراز کرنا ہے اور کون کون سی باتیں ہیں جن کی مشرق کو تقلید کرنے کی ضرورت نہیں ہے "[25]

[25] مغرب سے کچھ صاف صاف باتیں، صفحہ 57-58

پنجم: خلاصہ کلام

مندرجہ بالا تحریر میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ سماج کے نوجوانوں میں پھیلتے انحرافات کی تحدید اور اس کی مروج شکلوں سے متعارف کرانے کی سعی کی گئی ہے۔ معاشرہ کا وہ طبقہ جس کے ہاتھوں میں مستقبل کی نوبہے وہ اپنے عمل و کام میں غفلت و کوتاہی سے کام لے رہے ہیں۔ اس کی وجہ بڑی واضح ہے کہ ان کے قرب وجوار کے مسؤلین نے ان کی درست خطوط پر تعلیم و تربیت کا انتظام نہیں کیا۔ اگر تعلیم کا انتظام کیا بھی ہے تو وہ اس قدر کہ وہ معاشرہ میں زمام اقتدار ،عہد و منصب بہرصورت حاصل کرنے کے قابل بن جائے ۔جس کے سبب معاشرہ کے نوجوانوں میں دینی تعلیمات سے تہی دامن طبقہ پیدا ہورہاہے،اخلاقیات سے عاری ہوجاتے ،مادہ پرستی کا مرض جو سرطان کی بیماری سے زیادہ تیزی کے ساتھ پیدا ہوتاہے،انسانی محبت و خلوص اور ہمدردی کا جنازہ نکلتا جارہاہے،مغرب اور مغربی تہذیب کی طرف دست سوال دراز کرنے کے ساتھ دنیاوی زندگی میں کامیابی کی ضمانت بھی مغربی افکار و نظریات پر ایمان لانے میں سمجھتاہے۔ان امراض کے وجود میں آنے کے بعد نوجوان طبقہ کو راہ راست پر لانے کے لئے بنا سنجیدہ اور ٹھوس حکمت عملی وضع کرنے کے ہر کوشش ناکام و نامراد ہوگی۔یہی وجہ ہے کہ ہمیں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اس بے چینی اور اضطرابی کیفیت کو رفع کرنے کے لئے حل کو تجویز کیا جائے ۔جس کی اجمالی طور پر راقم نے سعی کی ہے کہ اسلام کی بعثت کے مقاصد ،انبیاء کی دعوت و منہج ،خیر امت کا اعزاز،مغرب سے

استفادہ کن میدانوں میں کیا جائے اور مادہ پرستی سے اجتناب تعلق مع اللہ اور مسلم نوجوانوں کی ذمہ داریوں جیسے موضوعات کو شامل مقالہ کیا ہے۔معاشرہ اس بات کا متقاضی ہے کہ وہ اپنے نوجوانوں کی اصلاح و تزکیہ اور ان کی درست تعلیم کا اہتمام کرے۔

تجاویز

اول: سرکاری وغیر سرکاری تعلیمی اداروں میں اسلامیات کے مضمون کو عملی پریکٹس کے ساتھ پڑھایا جائے یعنی صرف کتاب کو یاد کرانے کی بجائے کتاب فہمی اور اس پر سیرت و تاریخ کی روشنی میں مدلل انداز میں پیش کیا جائے گویا کہ اسلام ایک زندہ وجاوید دین ہے۔اس امر کو محقق کرنے کے لئے ضروری ہے کہ تعلیمی اداروں میں اسلامیات کے ماہرین کو ہی عمل تدریس پر مامور کیا جائے۔

ثانی: والدین بچوں کی تعلیم و تربیت کا گھر میں بھی انتظام کریں اور اس کے ساتھ بچوں کو مدارس و مساجد میں دینی تعلیم کے حصول کے لئے بھیجا جائے۔اس سلسلہ میں سید ابوالحسن ندویؒ فرماتے ہیں کہ معاشرے کو اگر بچوں کے پاس کھانے اور پینے اور ان کے علاج ومعالجہ جیسے مسائل کا سامنا کتنا زیادہ ہی کیوں نہ ہو مگر ان کی دینی و اسلامی تعلیم کا اہتمام ان سب سے زیادہ ضروری و لازمی ہے اور اسی کو ترجیح دی جائے۔

ثالث: اساتذہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ تعلیم مضمون کے ساتھ بچوں کی اخلاقی و فکری اور نظریاتی تربیت کا انتظام کرے۔اس سلسلہ میں وہ قرآن و سنت

اور سیرت و تاریخ سے واقعات سلف سے رہنمائی حاصل کرے۔استاذ پر لازم ہے کہ وہ اپنے فرض کو صرف چندروپیوں کا حصول کی خاطر انجام دینے کی بجائے یہ سمجھتاہو کہ یہ ملت اسلامیہ اور اسلامی ممالک کے مستقبل کی موت وحیات کا فیصلہ ان کے ہاتھوں میں ہے اس میں غفلت وکوتاہی ایک عظیم جرم ہے۔

رابع: میڈیا اور مخیر حضرات کو چاہیے کہ وہ ملت کے شباب کی علمی و عملی اور فکری تعلیم و تربیت کا انتظام اس طور پر کریں کہ جہاں پر ان کے تعلیمی اخراجات میں معاونت ومساعدت کا انتظام کیا جائے وہیں پر ایسی مختصر علمی و معلوماتی ڈاکومنٹری بنوانے کا انتظام کریں جس کے ذریعہ سے نئ نسل کو اسلام اور تاریخ اسلام سے اور مسلمانوں کی علمی و فنی میدان میں خدمات سے واقف و متعارف کرایا جائے۔

خامس: نوجوانوں پر لازم و ضروری ہے کہ وہ اپنی زندگی کے ہراہم فیصلہ میں اسلامی تعلیمات استفادہ کریں ،بذات خود رجوع الی القرآن و السنہ کے ساتھ اکابر اسلاف کی تاریخی خدمات کا باریک بینی اور حاضر دماغی کے ساتھ عمل کی نیت سے مطالعہ کریں۔

کچھ مصنف کے بارے میں

☆ عتیق الرحمٰن ولد عبدالحلیم بلوچ قبیلہ کی شاخ بازگیر اور تمن گورچانی سے ہے۔پیدائش 1987 میں ڈیرہ غازیخان میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم حفظ قرآن کریم و مڈل کے بعد درس نظامی کا آغاز کیا جو درجہ خامسہ تک سفر جاری رکھنے کے بعد بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی سے 2014ء میں بی ایس اسلامیات کی سند حاصل کی۔وفاقی اردو یونیورسٹی اسلام آباد سے ایم فل اسلامیات کر رہے ہیں۔

☆ عملی زندگی میں شعبہ صحافت کے ساتھ گذشتہ 10 برس سے رفاقت ہے۔ملک و بیرون ملک کے اخبارات ورسائل میں دیس کی بات کے عنوان سے سیاسی وسماجی، تعلیمی وتربیتی اور معاشرتی موضوعات پر مضامین تحریر کیے۔ یہ سلسلہ تادم زیست جاری ہے۔

☆ انڈیامیں بین الاقوامی کانفرنس میں "عصری جامعات کے طلبہ کی فکری تربیت اور مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کی فکر" کے حوالے سے مقالہ پیش کیااور گجرات یونیورسٹی میں منعقدہ قومی کانفرنس میں "اسلام میں انسانی حقوق اور بین المذاہب ہم آہنگی" کے موضوع پر مقالہ پیش کیا۔ موصوف نے متعدد انعامات و ایوارڈ حاصل کیے اور کئی موضوعات پر علمی و تحقیقی کتب تالیف کیں ہیں۔ جو فی الحال زیر طبع ہیں۔ موصوف رسائل و اخبارات میں سب ایڈیٹر و منتظم اور سرکولیشن انچارج و سب ایڈیٹر رہے۔ دعوت فاؤنڈیشن پاکستان کے جوائنٹ سیکرٹری و آفس مینجر کی ذمہ داری بھی نبھائی۔ مختلف سماجی تنظیموں میں کلیدی ذمہ داریوں پر فائز ہونے کے ساتھ حال میں تحریک نفاذ اردو پاکستان کے مرکزی ناظم اطلاعات ونشریات نبھارہے ہیں۔